تصویر درد

مصنفہ

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب - ایم - اے - پی ایچ - ڈی بیرسٹر ایٹ لا لاہور

حسب فرمایش منشا رام تاجر کتب لکھنو

ٹائیٹل معصوم المطابع لکھنو میں چھپا

SIDDIQUE BO
Rs

تصویرِ درد

یہ اسم با مسمی نظم جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور نے انجمن حمایت الاسلام کے اُنیسویں سالانہ جلسہ میں پڑھی تھی نظم واقعی قومی درد کی تصویر ہے۔

بند اوّل

نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

ہوئی ہے سُرمۂ آواز گو لذّت خموشی کی
نگہ بن بن کے آنکھوں سے نکلتی ہے فغاں میری

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں؟
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

مری حیرت روانی سوز ہے اسدرجہ اے ساقی!
کہ مِینا بن گئی آخر شرابِ ارغواں میری

شِکارِ خوفِ رسوائی ہے میری نو گرفتاری
کسی صُورت ہو یارب! ساری دنیا رازداں میری

اُٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گُل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اُڑالی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے
چمن والوں نے مِل کر لُوٹ لی طرزِ فغاں میری

ٹپک اے شمع! آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں۔ حسرت بھری ہے داستاں میری

الٰہی! پھر مزا کیا ہے؟ یہاں دُنیا میں رہنے کا
حیاتِ جاوداں میری۔ نہ مرگِ ناگہاں میری

مرا رونا نہیں۔ رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گُل ہوں میں خزاں ہر گُل کی ہے گویا خزاں میری

دریں حسرت سرا عمریست افسونِ جرس دارم
ز فیضِ دل طپیدن ہا خروشِ بے نفس دارم

بندِ دوم

ریاضِ دہر میں نا آشنائے بزمِ عشرت ہوں
خوشی روتی ہے جس کو۔ میں وہ محرومِ مسرت ہوں

مری بگڑی ہوئی تقدیر کو روتی ہے گویائی
میں حرفِ زیرِ لب شرمندہ گوشِ سماعت ہوں

شکایت آسماں کی میرے لب پر آ نہیں سکتی،
کہ میں قسمت کا مارا آپ ہی اپنی مصیبت ہوں

مری ہستی نے آلودہ کیا دامانِ عصیاں کو
وہ عاصی ہوں کہ میں اپنے گناہوں کی ندامت ہوں

پریشاں ہوں میں مشتِ خاک لیکن کچھ نہیں کھلتا
سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا گردِ کدورت ہوں

یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد ہے قدرت کا
سراپا نور ہو جس کی حقیقت ۔ میں وہ ظلمت ہوں

خزینہ ہوں چھپایا مجھ کو مشتِ خاکِ صحرا نے
کسی کو کیا خبر ہے میں کہاں ہوں کس کی دولت ہوں

مرے طوفِ جبیں کو اُٹھ گے خاکِ آستاں آکر
مَیں وہ درماندۂ دامانِ صحرائے عبادت ہوں
سیہ کاری مری زاہد سے کہتی ہے یہ محشر میں
سبھی کچھ ہوں مگر ہمرنگِ محرابِ عبادت ہوں
نظر میری نہیں ممنونِ سیرِ عرصۂ ہستی
مَیں وہ چھوٹی سی دُنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں
مری ہستی نہیں وحدت میں کثرت کا تماشا ہے
کہ خود عاشق ہوں خود معشوق ہُوں خود دردِ فرقت ہُوں
نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
مَیں اس میخانۂ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہُوں
وضو کے واسطے آتا ہے کعبے سے زمزم کو
الٰہی! کون سی وادی میں مَیں محوِ عبادت ہُوں؟

نہ چھپ او! کاٹنے والے مجھے میرے نیستاں سے
سراپا صورتِ نَے تیری فرقت کی شکایت ہوں،
نجف میرا مدینہ ہے، مدینہ ہے مرا کعبہ،
مَیں بندہ اَور کا ہوں اُمّتِ شاہِ ولایت ہوں
جو سمجھوں اَور کچھ خاکِ عرب میں سونے والے کو
مجھے معذور رکھ! مَیں مستِ صہبائے محبّت ہوں؛
یہی صہبا ہے جو رفعت بنا دیتی ہے پستی کو
اسی صہبا میں آنکھیں دیکھتی ہیں رازِ ہستی کو

بندِ سوم

شرابِ عشق میں کیا جانے کیا تاثیر ہوتی ہے!
کہ مشتِ خاک جس سے روکشِ اکسیر ہوتی ہے

یہ وہ مے ہے تکلّم بن کے رہتی ہے زبانوں میں
نگاہوں میں مثالِ سُرمہ تسخیر ہوتی ہے
زباں میری ہے لیکن کہنے والا اور ہے کوئی
مری تقریر گویا اور کی تقریر ہوتی ہے
بس اے ذوقِ خموشی رخصتِ فریاد دے مجھکو
کہ چُپ بیٹھوں تو گویائی گریباں گیر ہوتی ہے
اثر ایسا کیا ہے دل پہ تاراجِ گلستاں نے
مجھے پروازِ رنگِ گل صدائے تیر ہوتی ہے
سُنا ہے مَیں نے جو کچھ اہلِ محفل کو سُناتا ہُوں
خموشی بے محل مثلِ دمِ شمشیر ہوتی ہے
نفس کا آئنہ باندھا ہُوا ہے میں نے آہوں میں
مری ہر بات میں کے درد کی تصویر ہوتی ہے

خود اپنے آنسوؤں میں رونے والا چھُپ کے بیٹھا ہو

صدائے نالۂ دل کی یہی تاثیر ہوتی ہے

تمیزِ ما و من ہوتی نہیں حرفِ محبت میں

مِثالِ خامشی گویا مری تقریر ہوتی ہے

سُنے ہیں اہلِ محفل نے فسانے حال و ماضی کے

مرِے نالوں میں استقبال کی تفسیر ہوتی ہے

بُرا ہوں یا بھلا ہوں میرا کہنا سبکو بھاتا ہے

وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

بند چہارم

عطا ایسا بیاں مجھکو ہُوا رنگیں بیانوں میں

کہ بامِ عرش کے طائر ہیں میرے ہمزبانوں میں

اثر یہ بھی ہے اک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے رازدانوں میں
رُلاتا ہے ترا نظّارہ اے ہندوستاں! مجھکو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں
دیا رونا مجھے ایسا کہ سب کچھ دے دیا گویا
لکھا کلکِ ازل نے مجھکو تیرے نوحہ خوانوں میں
ہوائے امتیازِ ملّت و آئیں کی موجوں نے
غضب کا تفرقہ ڈالا ترے خرمن کے دانوں میں
نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑا اِس باغ میں گلچیں!
تری قسمت سے جھگڑے ہو رہے ہیں باغبانوں میں
جہاں خوں ہو رہا ہے کارزارِ زندگانی سے
مئے غفلت کے ساغر چل رہے ہیں نوجوانوں میں

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھّی ہیں گردوں نے
عنادِل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

سُن اے غافِل! صدا میری۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

وطن کی فکر کر۔ ناداں! مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

ذرا دیکھ! اس کو جو کچھ ہو رہا ہے۔ ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں؟

یہ خاموشی کہاں تک؟ لذّتِ فریاد پیدا کر!
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

تغیّر اس طرح کا محفلِ ہستی میں آیا ہے
کہ ہے چُپ بیٹھ رہنا بھی تباہی کے نشانوں میں

مزا دیتا نہیں کچھ صورت گل صد زباں ہونا
زباں جب ایک بھی گویا نہ ہو اتنی زبانوں میں

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ہوا بیکار کی آخر اجاڑے گی گلستاں کو،
خدا رکھے یہ ہے اپنے پرانے مہربانوں میں

قیامت ہے کہ ہر ذرہ سے پیدا سو مصیبت ہو
زمیں بھی اپنی شاید جا ملی ہے آسمانوں میں

اڑا لے جائیگی موج ہوائے ہستی ان کو
نہ ہو جب راہ پیمائی کی طاقت ناتواں میں

رلایا خوں مری آنکھوں کو تیرے خواب غفلت نے
مری تقدیر میں لکھا تھا رونا کلک قدرت نے

بند پنجم

ہویدا آج اپنے زخمِ پنہاں کر کے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا
دکھا دوں گا میں لے ہندوستاں رنگِ وفا سب کو
کہ اپنی زندگانی تجھ پہ قرباں کر کے چھوڑوں گا
جلانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے
تری ظلمت میں میں روشن چراغاں کر کے چھوڑوں گا
نہیں بے وجہ وحشت میں اُڑانا خاکِ زنداں کا
کہ میں اس خاک سے پیدا بیاباں کر کے چھوڑوں گا
شریکِ محنتِ زنداں ہوں گو یوسف صفت خود بھی
مگر تعبیرِ خوابِ اہلِ زنداں کر کے چھوڑوں گا

مگر غنچوں کی صورت ہوں دلِ دردآشنا پیدا
چمن میں مشتِ خاک اپنی پریشاں کر کے چھوڑوں گا

ابھی مجھ دل جلے کو ہمصفیرو! اور رونے دو!
کہ میں سارے چمن کو شبنمستاں کر کے چھوڑوں گا

تعصب نے مری خاکِ وطن میں گھر بنایا ہے
وہ طوفاں ہوں کہ میں اس گھر کو ویراں کر کے چھوڑوں گا

پرونا ایک ہی تسبیح میں اِن بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

مجھے اے ہمنشیں رہنے دے شغل سینہ کاوی میں
کہ میں داغِ محبّت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا

اگر آپس میں لڑنا آج کل کی ہے مسلمانی،
مسلمانوں کو آخر نامسلماں کر کے چھوڑوں گا

اُٹھادوں گا نقابِ عارضِ محبوب یکرنگی
تجھے اس خانہ جنگی پر پشیماں کر کے چھوڑوں گا
دکھادونگا جہاں کو - جو مری آنکھوں نے دیکھا ہی
تجھے بھی صُورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا
جو تیرا درد تھا تا کا ہے اُسنے میرے پہلو کو
تری اُفتاد نے توڑا ہی میرے دست و بازو کو

بندِ ششم

کیا رفعت کی لذت سے نہ دل کو آشنا تونے
گذاری عمر پستی میں مثالِ نقشِ پا تونے
اُڑا کر لے گئی لذت تجھے آوارہ رہنے کی،
چمن میں کچھ نہ دیکھا صورتِ بادِ صبا تونے

تری تعمیر میں مضمر ہے ہوئی افتادگی کیونکر
لگائی ہے مگر اس گھر کو خشتِ نقشِ پا تونے
تلاشِ تکمۂ اخگر سے پیدا ہے جنوں تیرا
جو پہنی صورتِ تصویر کاغذ کی قبا تونے
سبق لیتا رہا اُفتادگی کا خاکِ ساحل سے
نہ سیکھا موجِ دریا سے علاجِ خوابِ پا تونے
رہا دلِ بستۂ محفل مگر اپنی نگاہوں کو
کیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تونے
فدا کرتا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اس آئینے میں اپنی ادا تونے
تعصّب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانہ میں
یہ تصویریں ہیں تیری جنکو سمجھا ہے بُرا تونے

سراپا نالۂ بے دادِ سوزِ زندگی ہو جا!
سپند آسا گرہ میں باندھ رکھی ہے صدا تو نے
صفائی دِل کو کیا آرائشِ رنگِ تعلق سے
کفِ آئینہ پر باندھی ہے او ناداں! حنا تو نے
زمیں کیا؟ آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے
نہیں ہے دہریت۔ کیا؟ بندۂ حرص و ہوا ہونا
قیامت ہے مگر اَوروں کو سمجھا دہریا تو نے
زباں سے گر کیا توحید کا دعوےٰ۔ تو کیا حاصل؟
بنایا ہے بُتِ پندار کو اپنا خدا تو نے
کنوئیں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا!
ارے غافل! جو مطلق تھا مقیّد کر دیا تو نے

وُہ حسن عالم آرا تیرے دل میں جلوہ گستر تھا
غضب ہے آسمانوں میں دیا اُس کا پتا تو نے
نہیں ممکن شناسائی ہو تجھ کو رمز وحدت سے
صدائے غیب سمجھا جب سُنی اپنی صدا تو نے
ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

بند ہفتم

نظر اس دَور میں مجھ کو ترا جینا نہیں آتا،
کہ صہبائے محبّت کا تجھے پینا نہیں آتا
پکڑ کر عجز کا دامن پہونچ عرشِ معلّےٰ پر
نگاہوں کو نظر اس بام کا زینا نہیں آتا،

عدوِ صبحِ صفائے دل کی ہے ظلمت تعصّب کی
مقابل چشمِ نابینا کے آئینا نہیں آتا،
یہیں بے نور ہے۔ محشر میں تو کیا خاک دیکھے گا،
کہ تجھکو دیکھنا اے دیدۂ بینا نہیں آتا
یہ بہتر تھا کہ تو اے شیشۂ دل! چور ہو جاتا
صفا رہنا تجھے مانند آئینا نہیں آتا
اکارت ہے بناوٹ سے ترا رونا نمازونیں
کہ ہاتھ اس طرح وہ پوشیدہ گنجینا نہیں آتا
بنا آنکھوں کو جامِ اشک۔ دِل کو درد کی مینا
مزا جینے کا کچھ بے ساغر و مینا نہیں آتا
بجھا دینا ہی اچھا ہے چراغِ زندگانی کا
محبّت میں جو مر کے تجھے جینا نہیں آتا

بنا اس راہ میں ذوقِ طلب کو ہم سفر اپنا
اکیلے لطفِ سیرِ وادیِ سینا نہیں آتا
تلاشِ خضر کب تک تشنۂ زہرِ محبّت ہو
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا
نمی گویم قیامت جوش زن یا شورِ طوفاں شو
زطوفاں دست بردار آنچہ نتوانی شدن آں شو

بندِ ہشتم

دکھا وہ حُسنِ عالم سوز اپنی چشمِ پُرنم کو
جو تڑپاتا ہے پروانے کو رُلواتا ہے شبنم کو
تبسّم سے غرض ہے پردہ داریِ چشمِ گریاں کی
چھپا کر بیٹھ! صبحِ عید میں شامِ محرّم کو

ترا نظّارہ ہی اے بُو الہوس ہا مقصد نہیں اس کا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشم آدم کو،
اگر دیکھا بھی اُسنے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو
شجر ہی فرقہ آرائی۔ تعصّب ہی ثمر اسکا
یہ وہ پھل ہے کہ جنّت سے نکلواتا ہے آدم کو
جمالِ یوسفِ شبّیر کو دیکھ! آئینۂ دل میں
نہ ڈھونڈھ اے دیدۂ حیراں نمود ابن مریم کو
نہ اُٹھا جذبۂ خورشید سے اک برگِ گل تک بھی
یہ رفعت کی تمنّا ہی کہ لے اُڑتی ہے شبنم کو
پھرا کرتے نہیں مجروحِ الفت فکرِ درماں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو

شفا دیکھی ہے بیماری میں کیا اِن دردمندوں نے
کہ سب لے حاصل سمجھتے ہیں تلاشِ ابنِ مریم کو
خدا جانے یہ بندے کون سی آتش میں جلتے ہیں
کہ خاکستر کی اک مٹھی سمجھتے ہیں جہنم کو
محبت کے شرر سے دِل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

بندِ نہم

دوا ہر دُکھ کی ہے مجروحِ تیغِ آرزو رہنا
علاجِ زخم ہے آزادِ احسانِ رفو رہنا
شرابِ بیخودی سے تا فلک پرواز ہے میری
شکستِ رنگ سے سیکھا ہے میں نے بن کے بُو رہنا

تجھے کیا دیدۂ گریاں وطن کی نوحہ خوانی میں
عبادت چشمِ ساغر کی ہے ہر دم باوضو رہنا
بنائیں کیا سمجھ کر شاخِ گل پر آشیاں اپنا
چمن میں آہ! کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا
جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں
غلامی ہے اسیرِ امتیازِ ما و تو رہنا
یہ استغنا ہے پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو
تجھے بھی چاہیئے مثلِ حبابِ آبِ جو رہنا
نہ رہ اپنوں سے بے پروا اسی میں خیر ہے تیری۔
اگر منظور ہے دنیا میں او بیگانہ خو! رہنا
شرابِ رُوح پرور ہے محبت نوعِ انساں کی
سکھایا اس نے مجھ کو مستِ بے جام و سبو رہنا

محبّت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

بندِ دہم

بیابانِ محبّت دشتِ غربت بھی وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی آشیانہ بھی چمن بھی ہے
محبّت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی
جرس بھی کارواں بھی راہ بر بھی راہ زن بھی ہے
مرض کہتے ہیں سب اسکو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاجِ گردشِ چرخِ کہن بھی ہے
جلانا دل کا ہے گویا سراپا نُور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے

وہی اک حُسن ہے لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں
یہ شیریں بھی ہے گویا بے سُتوں بھی کوہکن بھی ہے

اُجاڑا ہے تمیزِ ملّت و آئیں نے قوموں کو
مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے

سکوت آموز طولِ داستانِ درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے مُنھ میں اور تابِ سخن بھی ہے

نمی گردید کوتاہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بُود بے پایاں بخاموشی ادا کردم

اقبال

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY
Acc. No. 13898
LAHORE

With Compliments:
MOHD. ABDUS SAMAD KHAN
Secretary: Urdu Research Center,
H.No: 3-8-391, Chaderghat High School, Abids, Hyd.